سیرۃ النبی ﷺ کی روشنی میں اساتذہ کے تعلیمی و تحقیقی فرائض

THE EDUCATIONAL AND RESEARCH DUTIES OF A TEACHER IN THE LIGHT OF SEERAT UN NABI

Dr Muhammad Idrees Lodhi
Director Seerat Chair, Department of Islamic Studies,
Baha Uddin Zakariya University Multan.
Email: idreeslodhi@bzu.edu.pk

Razia Sultana
PhD Scholar, Department of Islamic learning, NCB
Multan
Email: Razia.sultana2480@gmail.com

Lodhi, Idrees **“The Educational and Research Duties of a Teacher in the Light of Seerat un Nabi”** Al-Raheeq International research Journal Vol 3, No. 1 (June 30, 2024)
Pg:1-22

Journal	Al-Raheeq International research Journal
Journal homepage	https://alraheeqirj.com
Publisher	Al Madni Research Centre
License:	Copyright c 2023 NC-SA 4.0 www.alraheeqirj.com
Published online:	2024-06-30
ISSN No:	
Print version:	2959-7005
Online version:	2959-7013

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 3, No. 1 || January-June 2024 || P. 1-22

سیرۃ النبی ﷺ کی روشنی میں اساتذہ کے تعلیمی و تحقیقی فرائض

THE EDUCATIONAL AND RESEARCH DUTIES OF A TEACHER IN THE LIGHT OF SEERAT UN NABI

Abstract:

Educational system of Prophet Muhammad SAW is applicable in present era. It has emphasized on basic role of teachers. This article primarily aimed to describe educational and research-based responsibilities of teachers. In order to meet the challenges of present era, apart from imparting knowledge, they will have to create research-oriented mind in the students. It is need of the hour to carry on researches on social issues. In addition to this, role of successful teacher in perspective of Pakistan have been discussed in comprehensive manners. Prophet Muhammad SAW used to present Himself as role model for His followers in all aspects. It is prime duty of teacher to guide students from selection of the topic and till completion of research project. It is also responsibility of teacher to keep research work free from any sort of plagiarism and ask student not to violate research ethics.

Key Words: Research ethics, educational system, research-oriented task, role model of Holy Prophet.

رسول اللہ ﷺ کا تعلیمی اسوہ کوئی فرضی خیالی اور غیر مرئی شے نہیں کہ جس کو تقدس کی چادر میں چھپا کر اس کی تعریف و توصیف ہوتی رہے اور افکار و تصورات کی دنیا میں انسان کھویا رہے بلکہ من جملہ اسوہ حسنہ کے دیگر امور کی طرح رسول اللہ ﷺ کا تعلیمی اسوہ بھی عقل و فطرت سے ہم آہنگ و مربوط ہے اور آج بھی لائق عمل اور واجب الاتباع ہے۔اس تعلیمی اسوہ و حسنہ و کاملہ میں عالم کائنات کے جملہ حقائق و رموز اور اسرار و حکم موجود ہیں زمانے کی ترقی اس پر مہر حق ثبت کر رہی ہے۔اور بقول اقبال **یا ہنوز اندر تلاش مصطفی است** یعنی زمانہ آج بھی زندگی کے تمام شعبوں میں حضور ﷺ کی رہنمائی کا متلاشی و محتاج ہے۔اس اسوہ حسنہ کاملہ و صادقہ کی روشنی میں یہ امر واضح ہوتا ہے کہ نظام تعلیم و تربیت میں معلم کا کردار ایک بنیادی ستون ہے معلم کوئی عام سرکاری ملازم نہیں ہوتا بلکہ نسل نو کی تعلیم و تربیت اور اس کے افکار و کردار کا تزکیہ و تطہیر کا فرض منصبی اسے ادا کرنا ہوتا ہے **انما بعثت معلما** کے مطابق استاد کو علمی مہارت اور اپنے فرائض کا احساس و شعور، اس راہ میں حائل مشکلات کا خندہ پیشانی سے سامنا کرنا اور صرف تعلیمی عمل کو مکمل کرنے کی بجائے تعلیم و تربیت کے نصب العین کو حاصل کرنا ایک معلم کے بنیادی فرائض میں شامل ہے جامعات میں اساتذہ کرام تدریسی فرائض کے ساتھ ساتھ تحقیقی فرائض بھی سر انجام دیتے ہیں۔لہذا اس سطح پر استاد کے تحقیقی و علمی فرائض میں بہت زیادہ ذمہ داری و سعت اور تسلسل نظر آنا چاہیے۔اپنی تعلیمی اور تحقیقی اہلیت کو زمانے کی برق رفتاری سے ہم آہنگ بنانا چاہیے طلبا کی ذہنی نشو نما اور ان کی سیرت و کردار کی نظریہ اسلام اور نظریہ پاکستان کے تناظر میں تعمیر کے لیے استاد کو خود نمونہ عمل (رول ماڈل) پیش کرنا چاہیے۔طلبا کی عزت نفس کا لحاظ رکھنا تدریسی و تحقیقی عمل میں نظم و ضبط مہارت اور دلجمعی جیسے بنیادی اوصاف کی واضح جھلک استاد کی شخصیت اور کردار میں ہونا اتنا ہی ضروری ہے جتنا زندہ جسم میں روح کا ہونا لازمی ہے۔ایک کامیاب حقیقی پاکستانی مسلم معلم کا معمولی سے معمولی قول و فعل بھی تعلیم کش یا علم گریز نہیں ہوتا اس کی پوری زندگی تعلیم و تحقیق کی اشاعت و فروغ اور طلبا میں شعور و آگاہی کی آبیاری کے لیے وقف ہوتی ہے وہ اپنے طلبا کو رذائل سے پاک اور فضائل سے آراستہ

کرنے کے لیے نبی کریم ﷺ کی طرح اپنے قول و فعل کا عملی نمونہ پیش کرتا ہے۔ موجودہ دور میں اسلامی تناظر کے حوالے سے جامعات کی سطح پر علوم و فنون کی تشکیل نو میں اپنا کردار ادا کرتا ہے۔ یونیورسٹی کا استاد صرف معلم ہی نہیں ہوتا بلکہ محقق صادق و کامل ہونا بھی اس کے فرائض منصبی کا حصہ ہے۔ لہذا استاد کی تحقیقی فرائض میں یہ امر لازم ہے کہ وہ طلبا میں تحقیقی مزاج پیدا کرے کلاس روم میں تحقیقی ماحول قائم رکھے موضوع تحقیق کے انتخاب سے اس کی تکمیل تک ہر منزل محنت دیانت مہارت سے حاصل کرے طلبا کے اندر حصول مواد کے بنیاد مصادر سے اخذ و استفادہ کا طریقہ اور اہلیت پیدا کرے۔ علمی سرقہ (Plagiarism) تحقیق بلا تنقید جیسے مہلک افعال سے اپنے زیر نگرانی محقق طالب علم کو محفوظ رکھے۔ بہترین اسلوب نگارش کا فن طلبا میں پیدا کرے جبری و سندی تحقیق کے دوران ان کے اندر ذوقی تحقیق کا مادہ پیدا کرے۔ ہر حال میں طلبا کی بھلائی اور خیر خواہی کا نمونہ بنے حضور ﷺ کا فرمان ہے فاذا اتوکم فاستوصوا بھم خیرا (ترمذی ، کتاب العلم) جب طلبا تمھارے پاس آئیں تو میں تمھیں ان کے ساتھ بھلائی کی تاکید کرتا ہوں۔ پاکستان جیسی اسلامی نظریاتی مملکت میں بالخصوص اسوہ رسول اکرم ﷺ سے ماخوذ ان فرائض اور اہلیت کے اصول و قوانین کو اساتذہ کے سروس رولز میں شامل ہونا چاہیے۔ فی زمانہ ایک کامیاب پاکستانی اسلامی نظریاتی استاد کے تعلیمی و تحقیقی فرائض درج ذیل ہو سکتے ہیں:

تبدیلی احوال کا شعوری و ادراک:

ہم تیزی سے بدلتی ہوئی دنیا میں رہتے ہیں۔ اس لیے ایک اہل اور کامیاب استاد کا فرض ہے کہ تبدیلی احوال کا شعوری ادراک رکھتا ہو۔ تاکہ وہ اپنے طلباء میں زمانہ کے بدلتے ہوئے حالات و تقاضوں کا شعور پیدا کر سکے۔ تعلیمی ادارے قدیم نظریات و افکار کے محافظ و نقاد اور جدید افکار و تصورات کے امین ہوتے ہیں۔ اساتذہ کو اسی شعور و آگہی کا تحفظ کرتے ہوئے نسل نو میں اس کو منتقل کرنا ہے۔ تاکہ سماجی فرسودگی ختم ہو، جمود کی حوصلہ شکنی ہو، تحقیق اور دلیل کا فروغ ہو، نئی اقدار و روایات پر نقد ہو اور طلباء کے اندر ایک متوازن اور صحت مند تنقیدی شعور پیدا ہو۔ اساتذہ کا کام ذہنی غلام پیدا کرنا نہیں، بلکہ محقق، نقاد، معتدل مزاج، صحت مند افکار اور باکردار نسل انسانی کی نشوونما کرنا ہے۔ تاکہ

اذہان و قلوب بنجر اور ویران نہ ہوں۔ فرسودہ خیالات کی تعلیم سے ذہن بھی فرسودہ اور پسماندہ ہوتے ہیں۔ فتاویٰ قاضی خان میں بعض مشائخ سے منقول ہے:

من لم يكن عارفا بأهل زمانه فهو جاهل(1)

"جو شخص اپنے اہل زمانہ کی معرفت نہ رکھتا ہو، وہ جاہل ہوتا ہے۔"

یہی وجہ ہے کہ احادیث مبارکہ میں بے عقل عورتوں سے بچے کو دودھ پلوانے سے منع کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

لا ترضع لكم الحمقاء، فإن اللبن يغذى(2)

"بچے کو بے عقل عورتوں سے دودھ نہ پلوایا جائے کیونکہ دودھ کی بھی غذائی تاثیر ہوتی ہے۔"

اسی بناء پر کتب فقہ میں استرضاع المجنونة والحمقاء کے ابواب موجود ہیں۔ تعلیم کی تاثیر دودھ کے برابر ہوتی ہے۔ اس لیے اساتذہ کرام کو تبدیلی احوال کا ادراک کرنا چاہیے کیونکہ تعلیم انسانی شخصیت کا زیور ہے۔ بچے کی ذہنی اور عقلی نشوونما کے لیے تعلیم بے حد اہم ہے۔ اس لیے بعض کتب میں روایت ملتی ہے کہ

علموا أولادكم فإنهم مخلوقون لزمان غير زمانكم(3)

"اپنے بچوں کو تعلیم دو کیونکہ وہ ایسے زمانے کے لوگ ہیں جو تمہارے زمانے سے مختلف ہے۔" انگریزی زبان کا ایک محاورہ ہے:

"Things will apart, the center cannot hold"

یعنی اشیاء بکھر جاتی ہیں، مرکز اپنی جگہ پر قائم رہتا ہے۔

---

1 قاضي خان (المتوفى 592ھ) فتاویٰ قاضي خان، ج: 1، ص: 209
2 مجمع الزوائد، ج: 4، ص: 263-
3 ڈاکٹر خالد علوی، اسلام کا معاشرتی نظام، ص: 235

طلباء سوسائٹی میں مختلف شعبوں میں خدمات سرانجام دیتے ہیں اور استاد اپنے مقام پر ان کی پیکر تراشی کرتا رہتا ہے۔ تاکہ نسل نو صحت مند قدیم روایات کی محافظ و امین اور مفید نئی دریافتوں کی داعی اولین بن جائے۔ کونوا لهذا الأمر رأسا ولا تكونوا ذبابا

اقبال نے کہا تھا:

مقصد ہو اگر تربیت لعل و بدخشاں — بے سود ہے بھٹکے ہوئے خورشید کا پرتو
دنیا ہے روایات کے پھندوں میں گرفتار — کیا مدرسہ کیا مدرسہ والوں کی تگ و دو
کر سکتے تھے جو اپنے زمانہ کی امامت — وہ کہنہ دماغ اپنے زمانہ کے ہیں پیرو[4]

معمولی وسائل میں غیر معمولی تحقیقی عمل:

معلم انبیاء کا وارث ہوتا ہے۔ انبیاء ہمیشہ (باستثنائے چند) معمولی وسائل کے اندر رہتے ہوئے غیر معمولی کارہائے نمایاں سرانجام دیتے ہیں۔ معلم کو اپنے اندر یہی صلاحیت پیدا کرنی چاہیے۔ تحقیق سرکاری و نیم سرکاری جامعات میں کروائی جاتی ہے اور جاہلی حکومتیں ہمیشہ تعلیمی بجٹ پر کٹ لگاتی ہیں۔ فلموں، ڈراموں، تھیڑوں، کھیلوں، حکمرانوں کی عیاشیوں اور بدعنوانیوں پر کٹ نہیں لگایا، جبکہ تعلیم کے لیے بجٹ کم رکھا جاتا ہے۔ ان حالات میں ایک باشعور مسلم پاکستانی معلم کا فرض منصبی ہے کہ وہ معمولی وسائل کے اندر رہتے ہوئے غیر معمولی تحقیقی کام کرنے کا جذبہ اور صلاحیت، ولولہ اور ملکہ اپنے اندر اور اپنے طلباء میں پیدا کرے۔ اس حوالہ سے سیرت النبی ﷺ میں اصحاب صفہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے طرز عمل سے بڑی رہنمائی ملتی ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے لکھا ہے:

"ایک مرتبہ صفہ کے کسی طالب علم کا انتقال ہوا اور غسل کے دوران اس کی جیب سے دو دینار ملے تو حضور ﷺ نے ناراضی کا اظہار فرمایا۔ یہ رقم جمع ہونے کی بجائے طلباء کی تعلیم اور کفالت پر خرچ ہونی چاہیے تھی۔"[5]

---

4 ضرب کلیم، ص:84۔
5 خطبات بہاولپور، ص:30۔

رسول اللہ ﷺ نے سب سے قلیل وقت میں قلیل وسائل سے سب سے عظیم علمی انقلاب برپا کیا، جبکہ مسلم، کتاب الزہد میں حضرت عائشہ کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اہل خانہ نے دو رات مسلسل پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ ہم بعض غزوات کے موقع پر درختوں کے پتے کھاتے تھے۔

آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

وَمَا أَنَا وَالدُّنْيَا؟ وَمَا أَنَا وَالرَّقْمُ؟ (6)

"مجھے دنیا سے کیا لگاؤ، مجھے اس کی آرائش سے کیا واسطہ!"

حضرت انس فرماتے ہیں:

فَمَا أَعْلَمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَغِيفًا مُرَقَّقًا حَتَّى لَحِقَ بِاللَّهِ، وَلاَ رَأَى شَاةً سَمِيطًا بِعَيْنِهِ قَطُّ (7)

"میں نے نبی ﷺ کو زندگی بھر نرم چپاتی اور بکری کا بھنا ہوا گوشت کھاتے نہیں دیکھا۔"

اس قدر معمولی وسائل کے باوجود اتنا وسیع انقلاب برپا کرنا، معمولی وسائل کے اندر رہتے ہوئے غیر معمولی خدمات سرانجام دینے والوں کے لیے ایک کامل رول ماڈل ہے۔

تفسیر خازن میں لکھا ہے:

كان ينطلق من كل حي من العرب عصابة، فيأتون النبي ﷺ فيسألونه عما يريدون من أمر دينهم ويتفقهوا في دينهم (8)

---

6 سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب في اتخاذ الستور، رقم الحديث: 4149

7 صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب كيف كان عيش النبي ﷺ وأصحابه وتخليهم من الدنيا، رقم الحديث: 6457

8 تفسير خازن، تفسير سورة التوبة، آیت نمبر: 122-

"قبائل عرب کا ایک ایک گروہ حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوتا، آپ ﷺ سے دینی تعلیم حاصل کرتا اور سوالات پوچھتا اور اس میں مہارت حاصل کرتا۔"

انہی وسائل کے اندر رہتے ہوئے آپ ﷺ لوگوں کو تعلیم دیتے اور فرماتے کہ واپس جا کر اپنے قبیلہ کے لوگوں کو تعلیم دو۔[9]

حضرت مالک بن الحویرث کا وفد بیس دن آپ ﷺ کے پاس قیام پذیر رہا۔ جب وہ رخصت ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

ارْجِعُوا إِلَى أَهْلِيكُمْ، فَعَلِّمُوهُمْ وَمُرُوهُمْ، وَصَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي[10]

"اپنے خاندان کی طرف جاؤ۔ ان میں رہ کر امور شریعت کی تعلیم دو اور نماز اس طرح پڑھو جیسے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔"

حضرت انس فرماتے ہیں:

كَانُوا سَبْعِينَ، فَكَانُوا إِذَا جَنَّهُمُ اللَّيْلُ، انْطَلَقُوا إِلَى مُعَلِّمٍ لَهُمْ بِالْمَدِينَةِ، فَيَدْرُسُونَ فِيهِ الْقُرْآنَ حَتَّى يُصْبِحُوا[11]

"یعنی اصحاب صفہ کے ستر افراد ایک ایک آدمی کے گھر جاتے، ان سے علم حاصل کرتے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی۔"

امام بخاری نے کتاب الصلاۃ کے باب نوم الرجال في المسجد کے تحت عبد الرحمن بن ابی بکر کا قول بیان کیا ہے:

9 شبلی نعمانی، سیرت النبی، ج:2، ص:88۔
10 صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم، رقم الحديث: 6008
11 مسند أحمد، مسند أنس بن مالك رضي الله عنه، رقم الحديث: 12402، ط الرسالة

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 3, No. 1 || January-June 2024 || P. 1-22

كَانَ أَصْحَابُ الصُّفَّةِ الفُقَرَاءَ[12]

"اصحاب صفہ فقیر تھے۔"

مولانا ادریس کاندھلوی نے اصحاب صفہ کو ارباب توکل و تبتل لکھا اور فرمایا کہ یہ ضعفاء مسلمین اور فقراء شاکرین تھے جو راہ علم میں پیش آنے والے فقر پر اغنیاء سے زیادہ شاکر تھے۔[13]

بخاری شریف کی یہ روایت بھی وسائل کی قلت کے باوجود تعلیمی رفتار کار کو واضح کرتی ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: «لَقَدْ رَأَيْتُ سَبْعِينَ مِنْ أَصْحَابِ الصُّفَّةِ مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَيْهِ رِدَاءٌ، إِمَّا إِزَارٌ وَإِمَّا كِسَاءٌ، قَدْ رَبَطُوا فِي أَعْنَاقِهِمْ، فَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَيْنِ، وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الكَعْبَيْنِ، فَيَجْمَعُهُ بِيَدِهِ، كَرَاهِيَةَ أَنْ تُرَى عَوْرَتُهُ[14]

"حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے اصحاب صفہ میں سے ستر افراد کو اس حالت میں دیکھا کہ ہر ایک کے پاس صرف ایک چادر تھی جو ان کی پنڈلیوں یا ٹخنوں تک پہنچتی تھیں، اس کو وہ اپنے ہاتھ سے پکڑتے تھے تاکہ ستر کھل نہ جائے۔"

فیض رسانی:

ایک اچھا استاد ہمیشہ فیض رسان اور نفع بخش طرز عمل ظاہر کرتا ہے۔ قانون قدرت بھی یہی ہے کہ نفع بخش چیزوں کو زمین میں دوام اور آخرت میں انعام ملتا ہے:

وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ[15]

"اور جو چیز لوگوں کے فائدہ کی ہوتی ہے، وہ زمین میں ٹھہر جاتی ہے۔"

---

12 صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب نوم الرجال في المسجد، قبل الحديث: 440

13 محمد ادریس کاندھلوی، سیرۃ المصطفی، ج:1، ص:464۔ دار الکتاب دیوبند یوپی، بلا تاریخ۔

14 صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب نوم الرجال في المسجد، رقم الحديث: 442

15 سورۃ الرعد، آیت نمبر: 17۔

اس حوالہ سے استاد کو سب سے زیادہ علمی لحاظ سے فیض رسان اور نفع بخش ہونا چاہیے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے:

نَضَّرَ اللَّهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِي، فَوَعَاهَا، ثُمَّ أَدَّاهَا إِلَى مَنْ لَمْ يَسْمَعْهَا[16]

"اللہ تعالیٰ اس شخص کو سرسبز و شاداب رکھے جس نے میری بات سنی، اس کو یاد رکھا اور اس شخص تک پہنچا دی جس نے نہیں سنا تھا۔"

فیض رسانی کے اس عمل کو حضور ﷺ نے ڈھیروں مال و دولت سے زیادہ قیمتی قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

فَوَاللَّهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ بِكَ رَجُلًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ »[17]

"خدا کی قسم! اگر تیری وجہ سے اللہ تعالیٰ ایک آدمی کو بھی ہدایت پر لے آئے تو یہ تمہارے لیے سو سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔"

طلباء کے حق میں استاد کی یہ فیض رسانی زبانی، علمی، مالی غرض ہر اعتبار سے ہونی چاہیے۔ امام مسلم صحیح مسلم کے مقدمہ میں اپنے شاگردوں کو مخاطب کرتے ہوئے بار بار لکھتے ہیں:

فإنك يرحمك الله، أرشدك الله، أكرمك الله یعنی اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے، اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے اور اللہ تعالیٰ تمہیں عزت بخشے۔

یہی اسلوب قاضی عیاض نے کتاب الشفاء کے مقدمہ میں اختیار کیا ہے۔

طلبہ کی عزت نفس کا خیال رکھا جائے۔ ان کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ اغلاط پر اصلاح کی جائے، توہین نہ کی جائے۔ وفد عبد القیس آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

---

[16] مسند أحمد، مسند المدنيين، حديث جبير بن مطعم رضى الله عنه، رقم الحديث: 16738

[17] صحيح البخاري، كتاب الجهاد والسير، باب فضل من أسلم على يديه رجل، رقم الحديث: 3009

مَرْحَبًا بِالقَوْمِ، أَوْ بِالوَفْدِ، غَيْرَ خَزَايَا وَلاَ نَدَامَى[18]

"خوش آمدید! اللہ تم کو رسوائی اور پریشانی سے محفوظ رکھے۔"

نفع بخش گفتگو معلم اور متعلم کے درمیان تعلیمی عمل کو مؤثر و مفید بناتی ہے۔ طلبہ کی عزت افزائی کے لیے آپ ﷺ نے فرمایا:

فَإِذَا جَاءُوكُمْ، فَأَلْطِفُوا بِهِمْ وَحَدِّثُوهُمْ[19]

"جب طلبہ تمہارے پاس آئیں تو ان سے لطف و شفقت سے پیش آنا اور ان کو احادیث (علوم مفیدہ) سکھانا۔"

فَإِذَا أَتَوْكُمْ فَاسْتَوْصُوا بِهِمْ خَيْرًا[20]

"جب وہ دین سیکھنے تمہارے پاس آئیں تو بھلائی سے پیش آنا۔"

فیض رسانی کی اہمیت کو تاکیدی اسلوب سے واضح کرنے کے ساتھ آپ ﷺ نے کتمان علم کی مذمت فرمائی کیونکہ کتمان علم ایک طرح کا بخل عظیم ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے: مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ عَلِمَهُ ثُمَّ كَتَمَهُ أُلْجِمَ يَوْمَ القِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ[21]

"جس شخص سے علم کی کوئی بات پوچھی جائے اور وہ جانتا ہو، پھر بھی نہ بتائے تو روز قیامت اس کو آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔"

---

18 صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب أداء الخميس من الإيمان، رقم الحديث: 53

19 الخطيب البغدادي، شرف أصحاب الحديث، ص: 21، ط: دار إحياء السنة النبوية، أنقرة

20 سنن الترمذي، أبواب العلم، باب ما جاء في الاستيصاء بمن يطلب العلم، رقم الحديث: 2650

21 سنن الترمذي، أبواب العلم، باب ما جاء في كتمان العلم، رقم الحديث: 2649

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 3, No. 1 || January-June 2024 || P. 1-22

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: «إِنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، عَالِمٌ لَا يَنْتَفِعُ بِعِلْمِهِ (22)

"حضرت ابو درداء فرماتے ہیں کہ روز قیامت اللہ کے نزدیک بدترین عالم وہ ہوگا کہ جس کے علم سے نفع حاصل نہ کیا جائے۔"

یہ احادیث و آثار عقلاً شرعاً علمی فیض رسانی پر نصوص قطعیہ ہیں اور علمی بخل اور شح کی حرمت و مذمت واضح کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک حقیقی مسلم پاکستانی معلم کا فرض ہے کہ وہ طلبہ کے حق میں نفع رسانی کا باعث بنے۔

اساتذہ کے تحقیقی فرائض:

علوم و فنون کی وسعت اور ارتقاء تمدن کے اعتبار سے اساتذہ کے تحقیقی فرائض میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ ذیل میں اختصار اور دلائل کے ساتھ ان کی وضاحت کی جاتی ہے۔

1. تحقیقی مہارت کا حصول:

تمام ادوار کی طرح آج کے دور میں بھی اساتذہ کے تحقیقی فرائض میں یہ امر شامل ہے کہ وہ نگران تحقیق مقرر ہونے سے پہلے اپنے اندر تحقیقی مہارت پیدا کرے اور اسے عصری تقاضوں سے مربوط و ہم آہنگ بنائے۔ یہ ضروری ہے کہ استاد اپنے فن کا ماہر ہو۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان گرامی ہے:

مَنْ تَطَبَّبَ، وَلَا يُعْلَمُ مِنْهُ طِبٌّ، فَهُوَ ضَامِنٌ (23)

"جو طب نہ جانتا ہو اور علاج کرے تو وہ (مریض کا) ضامن ہوگا۔" اس حدیث کی بنیاد پر یہ اصول واضح ہوتا ہے کہ استاد خواہ کسی بھی میدان اور تخصص کا ہو، اسے اپنے علم و فن اور طریقہ تحقیق پر نہ صرف عبور ہونا چاہیے

---

22 سنن الدارمي، المقدمة، باب العمل بالعلم وحسن النية فيه، رقم الحديث: 268

23 سنن أبي داود، كتاب الديات، باب فيمن تطبب ولا يعلم منه طب فأعنت، رقم الحديث: 4586

بلکہ طلبہ تک اپنا علم و تحقیق کا فکر و فن بطریق احسن منتقل کرنے کا جذبہ اور صلاحیت بھی ضروری ہے۔ کیونکہ آج کا استاد کل کا طالب علم تھا اور آج کا طالب علم کل کا استاد ہو گا۔

2. تحقیقی منصوبہ سازی:

کامیاب اور معیاری تحقیق عمل کے فروغ کے لیے اس کی بہتر منصوبہ سازی بھی اساتذہ کے فرائض کا حصہ ہے۔ استاد کا تحقیقی فرض ہے کہ وہ ماضی میں اعلیٰ تحقیقی روایات کا امین رہا ہو، حال میں فن تحقیق پر کام جاری رکھنے والا ہو اور مستقبل کے بارے میں تحقیقی عمل کی اچھی منصوبہ بندی کرنے کی اہلیت رکھتا ہو۔ یہ عمل استاد کی تحقیقی شہرت، فنی عظمت اور تعلیمی دسترس کا عکاس و غماز ہو گا۔ اور یہی صلاحیت اسے مستقبل کے محققین (آج کے طلبہ) میں پیدا کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ضابطہ انبیاء کے بارے میں قرآن حکیم میں بیان کیا ہے:

وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا[24]

"اور جب (یوسف) پختگی کی عمر کو پہنچ گئے ہم نے اسے قوت فیصلہ اور علم دیا۔" اور

وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَاسْتَوَى آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا [25]

" اور جب (موسیٰ) اپنی جوانی کو پہنچ گئے اور پورے توانا ہو گئے ہم نے انہیں حکمت و علم عطا فرمایا۔"

حدیث پاک کے مطابق العلماء ورثة الأنبياء چونکہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء کرام اپنے دور میں تحقیق و تفتیش، تلاش حق اور جستجوئے حقیقت کا اعلیٰ نمونہ ہوتے ہیں، اس اعتبار سے استاد کو بھی تحقیقی عمل میں وسیع تجربہ، گہری مہارت، اعلیٰ بصیرت، بہترین ذہانت اور بنیادی ممارست کا متحرک ماڈل ہونا چاہیے۔ اس ضمن میں سورۃ انعام کے حوالہ سے حضرت ابراہیم کا توحید خالص کو پالینا اور سورۃ بقرہ کے حوالہ سے عقیدہ آخرت کا حتمی اور شعوری فہم

---

24 سورۃ یوسف، آیت: 22

25 سورۃ القصص، آیت: 14

وادراک اور یقین و تیقن کو حاصل کرنے کا عمل آج کے مسلمان استاد کے لیے اعلیٰ مثالی قابل عمل، واجب الاطاعت لائحہ عمل ہے۔ یہ تلاش حق اور ولولہ حق کی بھی اعلیٰ مثال ہے۔

3. تحقیقی و تعلیمی اخلاقیات کا نمونہ:

ایک کامیاب اور مثالی استاد کو ذاتی طور پر تحقیقی و تعلیمی اعلیٰ اخلاقیات واقدار کا پابند اور نمونہ ہونا چاہیے۔ طلبہ اور اساتذہ کے درمیان ادب اور پر خلوص رہنمائی کا رشتہ ہونا چاہیے۔ کسی بھی صحت مند، معیاری، بروقت اور مثالی تحقیقی کام کی تیاری کے لیے معلم تحقیق کا باصلاحیت ہونا جتنا ضروری ہے، اتناہی ضروری اس کا صحت مند رویہ، حسن خلق اور لینت کے اوصاف کا ہونا ضروری ہے۔ اگر اچھے سے اچھے استاد کا مزاج، اخلاق، زبان، رویہ اچھا نہیں ہوگا، طلبہ اس کے قریب نہیں آئیں گے۔ وہ ایک بے سایہ، بے پھل درخت کی مانند ہوگا۔ نبی کریم ﷺ کا وصف بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ (26)

"اللہ کی یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ (اے پیغمبر آپ ان کے حق میں نرم مزاج واقع ہوئے ہیں۔ اگر آپ (خدانخواستہ) تند مزاج اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب لوگ آپ کے پاس سے تتر بتر ہو جاتے۔ لہذا ان سے درگزر کیجیے، ان کے لیے بخشش طلب کیجیے اور (دین کے) کام میں ان سے مشورہ کیا کیجیے۔ پھر جب آپ (کسی رائے کا) پختہ ارادہ کرلیں تو اللہ پر بھروسہ کیجیے۔ (اور کام شروع کر دیجیے) بلاشبہ اللہ تعالیٰ بھروسہ کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔"

حضور ﷺ نہ صرف خود اپنے زیر تربیت طلبہ کے حق میں رحیم و شفیق تھے، بلکہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو بھی

26 سورۃ آل عمران، آیت: 159

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 3, No. 1 || January-June 2024 || P. 1-22

تاکید فرمائی کہ میرے بعد بھی لوگ تمہارے پاس حصول علم کے لیے آئیں تو ان سے حسن سلوک اور نرمی سے پیش آنا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔

4. تحقیقی اور معیاری طرز رہنمائی:

استاد کے تحقیقی فرائض میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ اپنے زیر نگرانی طلبہ کی صحیح رہنمائی کرے اور معیاری تحقیق منصہ شہود پر لائے۔ اساتذہ کو چاہیے کہ پورے خلوص سے محققین کو رہنمائی عطا کرے۔ استاد کی حیثیت ایک ذمہ دار والد اور طبیب کی ہوتی ہے۔ اس فرض میں کوتاہی تشکیل نسل میں کوتاہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرت پاک میں اس میں بہت رہنمائی ملتی ہے۔ تحقیقی عمل کو صاف شفاف اور حق و سچ پر مبنی ہونا چاہیے۔ اس ضمن میں قرآن حکیم کا اصول ہے:

وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ [27]

کہ سچ بات کہنے میں کسی ملامت کرنے والے کی پروانہ کرنا۔

اور آپ ﷺ کا فرمان ہے:

كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ [28]

"آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات بیان کردے۔"

نہ صرف غلط بیانی سے منع فرمایا، بلکہ تحقیق کے بارے میں تخمین و ظن سے کام لینے کی بھی مذمت و حرمت بیان کی۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الحَدِيثِ [29]

---

27 سورۃ المائدۃ، آیت: 54

28 صحيح مسلم، مقدمة الإمام مسلم، باب النهي عن الحديث بكل ما سمع

29 صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب لا يخطب على خطبة أخيه حتى ينكح أو يدع، رقم الحديث: 5143

"بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔"

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا: إِنَّ شَرَّ الرَّوَايَا رَوَايَا الْكَذِبِ (30)

"جھوٹی روایات بدترین روایات ہوتی ہیں۔"

تحقیقی عمل کی یہ اعلیٰ روایت نہ صرف حضور ﷺ نے جاری فرمائی بلکہ صحابہ کرام نے بھی اس روایت کو اختیار کیا۔ تحقیق میں سب سے نازک اور سب سے بنیادی عمل مستند مواد کا حصول ہوتا ہے۔ امام ذہبی نے اس ضمن میں حضرت ابو بکر کا طرزِ عمل بیان کیا ہے۔ لکھا ہے:

كان أول من احتاط في قبول الأخبار (31)

"ابو بکر پہلے آدمی تھے کہ انہوں نے روایات (حصول متن) کے رد و قبول میں مکمل احتیاط سے کام لیا۔"

حضرت عمر کے بارے میں لکھا ہے:

هو الذي سن للمحدثين التثبت في النقل (32)

"حضرت عمر نے سب سے پہلے حدیث میں تثبت (تحقیق) کا طریقہ جاری کیا۔"

معلم حقیقی کے یہ تحقیقی فرائض عہد رسالت میں صرف کتابوں اور تقاریر کی زینت نہیں تھے، بلکہ صحابہ کرام میں تحقیق کا مستقل کلچر اور رویہ فروغ پا چکا تھا۔

---

30 سنن الدارمي، ومن كتاب الرقاق، باب في الكذب، رقم الحديث: 2757

31 تذكرة الحفاظ، ج: 1، ص: 2

32 تذكرة الحفاظ

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 3, No. 1 || January-June 2024 || P. 1-22

5. مصادر اصلیہ تک رسائی:

کسی بھی تحقیقی عمل کی بنیاد اس کے مصادر اصلیہ ہوا کرتے ہیں۔ متعلقہ مصادر اصلیہ کا حصول اور ان سے استفادہ تحقیقی عمل کی روح ہے۔ ایک استاد کا فرض ہے کہ وہ پہلے اپنے اندر مصادر اصلیہ تک رسائی، ان کے حصول اور ان سے مناسب استفادہ کی صلاحیت پیدا کرے۔ پھر استاد کی ایک ذمہ داری یہ بھی ہے وہ طلبہ کو ان کی تحقیق کے مصادر و مراجع کے بارے میں رہنمائی کرے۔ نیز اسے چاہیے کہ ہمیشہ محققین طلبہ کی حوصلہ افزائی کرے۔ ان کا تحقیقی کام خواہ کتنا ہی ناقص کیوں نہ ہو، کبھی ان کی حوصلہ شکنی نہ کرے، بلکہ ان کی اصلاح کرے۔ اپنی ذاتی آراء کو محقق پر مسلط کرنے سے اجتناب کرے۔ اساتذہ کو چاہیے کہ اپنے طلبہ کے ساتھ خیر خواہی کا جذبہ رکھیں۔ ان کی طرف خصوصی توجہ رکھیں۔ ان کے ساتھ اعتدال کا برتاؤ کریں، نہ زیادہ سختی برتیں، نہ ضرورت سے زیادہ نرمی کریں، بلکه خير الأمور أوسطها کے آفاقی اصول کے تحت طرز عمل اختیار کرے۔ غیر ذمہ دار اور غیر مخلص افراد کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو بھی سختی سے پیش آنے کا حکم دیا ہے۔

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ (33)

" اے نبی! کافروں اور منافقوں کا پوری قوت سے مقابلہ کرو اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آؤ۔ ان کا ٹھکانا دوزخ ہے جو بہت بری بازگشت ہے۔" بنیادی مصادر تک رسائی اور رہنمائی کرنا ایک حقیقی معلم کا فرض ہے۔ قرآن حکیم میں مصادر اصلیہ سے استدلال کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ائْتُونِي بِكِتَابٍ مِنْ قَبْلِ هَذَا أَوْ أَثَارَةٍ مِنْ عِلْمٍ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (34)

" اگر تم سچے ہو تو اس سے پہلے کی کوئی کتاب الٰہی یا علمی روایت میرے پاس لاؤ۔"

---

33 سورۃ التوبۃ، آیت: 73

34 سورۃ الأحقاف، آیت: 4

عمومی زندگی میں بھی قرآن حکیم نے حقیقی استدلال کو زندگی اور موت کا معاملہ قرار دیا ہے۔

لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ[35]

"تاکہ جسے ہلاک ہونا ہے وہ دلیل کی بناپر ہلاک ہو اور جسے زندہ رہنا ہے وہ بھی دلیل کی بناپر زندہ رہے۔"

6. تحقیقی اوقات کار کا لحاظ:

تحقیقی عمل وقت مقرر کے اندر مکمل کرنا بھی استاد کا فرض ہے اور اپنے طلبہ کی بھی ایسی ہی تربیت کرے کہ وہ اپنے تحقیقی پراجیکٹ بروقت مکمل کریں اور ان کے ساتھ طے کیے جانے والے مقررہ اوقات کا خیال رکھیں اور مناسب رہنمائی کے لیے انہیں کافی وقت دیں۔یقیناً ایسا استاد اپنے طلبہ کا اعتماد حاصل کر لیتا ہے اور طلبہ بھی اپنے استاد سے مطمئن ہوتے ہیں اور اس کی نگرانی میں بہتر سے بہتر تحقیق پیش کرتے ہیں۔سندی اور سرکاری تحقیق ہمیشہ محدود وقت کے اندر کی جاتی ہے۔اس تحقیق کی تکمیل کے لیے طلبہ کے اندر مقررہ وقت میں معیاری اور مناسب کام کرنے کی صلاحیت پیدا کرنا استاد کا تحقیقی فرض ہے۔قرآن و سیرت کی بنیادی اور اہم رہنمائی اوقات مقررہ کا لحاظ رکھنا ہے۔عبادات کا وقت مقرر ہے۔زندگی کے آغاز و اختتام بھی مقرر ہے۔اس طرح زندگی میں ہونے والے تحقیقی کام کے لیے وقت کی پابندی بہر حال ضروری ہے۔خواجہ غلام سیدین اپنی کتاب Education Culture and Social Order میں لکھتے ہیں: "تعلیم کا مقصد معاشی نظم میں کامیابی حاصل کرنا ہے۔"[36] اسی طرح اسلامی تصور تعلیم میں بھی اوقات کار کا لحاظ رکھنے کا حکم ہے۔عقل و فطرت کے ان اصولوں کے مطابق یہ بات لازم ہے کہ تحقیقی کام وقت کے اندر سرانجام دیا جائے اور اس کے معیار پر بھی کوئی سمجھوتہ نہ کیا جائے۔

---

35 سورۃ الأنفال، آیت: 42

36 ص: 43

7. تحقیقی اقدار و مزاج کا دوام:

تحقیقی عمل کوئی وقتی اور عارضی عمل نہیں ہوتا۔ اس کے لیے مستقل مزاجی اور اعلیٰ اقدار کا لحاظ کرنا ضروری ہوتا ہے۔ ان بنیادی فرائض کے ساتھ ساتھ استاد کے تحقیقی فرائض میں یہ بات شامل ہے کہ اس کا اپنا مزاج تحقیقی ہونا چاہیے اور کوئی تحقیق تعمیری تنقید کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی، لہٰذا آج کے دور میں اساتذہ کے تحقیقی فرائض کے اندر یہ بات شامل ہے کہ تحقیقی اور تنقیدی صلاحیت و مزاج استاد کی شخصیت کا حصہ بن جائے۔ تحقیق نہ کرنا دراصل استاد کی تحقیقی موت ہے۔ ہمیشہ اعلیٰ مفروضات کا سوچنا، زندہ سماجی عنوانات پر طلبہ کے ساتھ گفتگو اور تبادلہ خیال کرنا، موضوع کے متعلق جو کچھ وہ خود جانتا ہے، طلبہ کو اس سے آگاہ کرنا اور کسی طالب علم کو تحقیق کراتے وقت اس موضوع پر استاد کو خود نہیں لکھنا چاہیے۔ اسی طرح اپنے طالب علم کو استاد کے ساتھ تعمیری اور معیاری اختلاف رائے کی حوصلہ افزائی کرنا بھی استاد کا تحقیقی فرض ہے۔ خاکہ سازی کی تیاری میں موضوع کے انتخاب سے لے کر مصادر و مراجع کی تیاری تک قدم قدم طلبہ کے ساتھ چلنا، مقالہ کی تسوید کے بارے میں مشورہ دینا اور وقتاً فوقتاً جو مواد طالب علم نے استاد کے سپرد کیا ہو، اس میں انشاء اور املاء کی غلطیاں دور کرنا، منہج تحقیق (ریسرچ میتھڈولوجی) سے متعلق استاد کو اپنے اندر مہارت پیدا کرنی چاہیے اور یہ فن پوری مہارت اور دلجوئی کے ساتھ طلبہ میں منتقل ہونا چاہیے۔ ان فرائض کی بجاآوری سے تحقیقی عمل اعلیٰ معیار اور خوش گوار ماحول میں مکمل ہو سکتا ہے۔ اسی طرح استاد اور طالب علم کے مزاج میں ربط اور ہم آہنگی کا ہونا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ محقق استاد کے لیے انگریزی میں سپروائزر، گائیڈ، ایڈوائزر کے الفاظ بھی استعمال ہوتے ہیں۔ سپروائزر کے معنیٰ ہیں: نگرانی اور دیکھ بھال کرنے والا۔ گائیڈ کے معنیٰ ہیں: رہنما اور وصیت کرنے والا۔ ایڈوائزر کے معنیٰ ہیں: مشورہ دینے والا۔ الفاظ کا یہ تنوع محقق استاد کے فرائض اور اس کی صلاحیتوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے کہ استاد کو بیک وقت ان تمام اوصاف کا حامل ہونا چاہیے۔ کیونکہ سندی تحقیق میں مقالہ لکھوانے پر استاد کو باقاعدہ معاوضہ ملتا ہے، اس لیے ان فرائض پر عمل کرنا اپنا رزق حلال کرنے کے اعتبار سے بھی ضروری ہے۔

8. جدید فلسفیانہ تصورات کا علم:

ہر علم و فن کا ایک مخصوص فلسفہ اور نظریہ ہوتا ہے۔اسی بنیاد پر اس میدان میں وسعت اور اعلیٰ تحقیق کا حصول ممکن ہوتا ہے۔اس ضمن میں استاد کے تحقیقی فرائض کے حوالہ سے ڈاکٹر محمد رفیع الدین لکھتے ہیں: "جدید فلسفیانہ تصورات کا علم اور فہم اور جدید فلسفیانہ طرز استدلال کی واقفیت اور مہارت اسلامی تحقیق کے فاضل کی ضروری قابلیتیں شمار ہوں گی۔اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ سائنسی علوم مثلاً طبعیات، حیاتیات اور نفسیات سے ایک عام واقفیت رکھتا ہو بالخصوص ان علوم کی اُن ترقیوں سے جو اس بیسویں صدی میں رونما ہوئی ہیں۔یہاں تک آشنا ہو کہ ان کے فلسفیانہ مضمرات اور نتائج کو سمجھ کر کام میں لا سکے۔۔۔۔یہ کہنا ضروری نہیں کہ اسے کم از کم عربی تحریری زبان کی درجہ اول کی واقفیت حاصل ہونی چاہیے کیونکہ یہ اس کی بنیادی ضرورت ہے۔۔۔۔ ایک اور خصوصیت جو اس کے لیے ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ وہ اسلام سے محبت رکھتا ہو اور اس کی عائد کی ہوئی اخلاقی اور دینی پابندیوں کو بطیب خاطر قبول کرتا ہو۔"[37]

9. استشراقیت پر نقد و تبصرہ:

امت مسلمہ کو آج علمی اور فکری لحاظ سے مستشرقین کے علمی بددیانتی کا سامنا ہے۔آج کے محقق استاد کا فرض ہے کہ مستشرقین کی طرف سے علوم اسلامیہ پر ہونے والے مختلف اعتراضات اور ان کے جوابات کی صلاحیت حاصل کرے۔اور اپنے طلبہ میں یہ علمی اور تحقیقی شعور منتقل کرے۔قرآن حکیم نے اہل کتاب اور مشرکین کے ساتھ جو مخاصمہ کا اسلوب اختیار کیا ہے، وہ اس حوالہ سے بنیادی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

---

37 ڈاکٹر محمد رفیع الدین، اسلامی تحقیق کا مفہوم، مدعا اور طریق کار، ناشر: مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور، طبع ثانی: دسمبر 1986ء

ادع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتي هي أحسن [38]

"اپنے رب کی طرف حکمت اور موعظت حسنہ سے دعوت دیجیے اور ان سے اچھے طریقہ سے بحث کیجیے۔"

عہد رسالت میں کفار و مشرکین جس طرح اسلام، قرآن، پیغمبر اسلام اور جماعت صحابہ کے خلاف مغالطہ آمیز پروپیگنڈا کرتے تھے اور حضور ﷺ قبل از وقت ان کا تدارک فرماتے تھے۔ اس طرح فکری رہنمائی قرآن سے اور عملی رہنمائی سیرت طیبہ سے ملتی ہے۔ آج کے محقق استاد کے فرائض اس حوالہ سے بہت بڑھ گئے ہیں کہ وہ ہمیشہ استشراق سے متعلق دفاعی مقام پر نہ رہے، بلکہ اپنے علم، تحقیق اور شعور کی بنیاد پر مستشرقین کے اعتراضات سے پہلے ان تمام اسلامی علوم کی وضاحت و صراحت کر دے جو مستشرقین کے ہدف تنقید کی زد میں آتے ہوں۔ اس حوالہ سے اردو زبان میں ڈاکٹر اسد، مولانا مودودی، ڈاکٹر حمید اللہ، ڈاکٹر محمود احمد غازی، پیر کرم شاہ الازہری جیسے اہل علم کی کتابوں سے رہنمائی لی جاسکتی ہے۔ اور پھر محقق استاد کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ اپنی زندگی میں ہی اپنے اہل ترین طلبہ کی ایسی جماعت تیار کرے جو اس کے بعد بھی اس اعلیٰ عصری تحقیقی کام کو جاری رکھے۔ فی زمانہ سوشل میڈیا پر موجود اچھی کتابوں اور ویب سائٹس، وٹس ایپ سے بھی لنک ہونا چاہیے۔

10. فنی تحقیق کا فروغ:

تحقیقی دنیا ایک بحر بے کنار ہے۔ آج کے عالمگیری نظام کے اندر مختلف علوم اسلامیہ کے موضوعات پر ہونے والی تحقیقات کی فنی تدوین بھی وقت کی ضرورت ہے۔ ایک باصلاحیت، فرض شناس معلم کا فرض ہے کہ ان تمام تحقیقات کی فہرست مرتب کرے۔ اپنے زیر نگرانی طلبہ کو بی ایس، ایم ایس، ایم فل، پی ایچ ڈی کے میدانوں میں لکھے جانے والے مقالات اور مختلف جرائد و مجلات میں شائع ہونے والے تحقیقی مضامین کی الف بائی ترتیب، موضوعاتی ترتیب یا مصنفین کے ناموں کے اعتبار سے ہونے والے تحقیقی کام کو مدون کیا جائے۔ یہ بہت باریک بینی، ذہانت، ذمہ داری، کل وقتی اور فرض شناسی کا کام ہے۔ ایسی فہرست مرتب کرنے سے ماضی کی تحقیقات کی اصلاح اور ان سے

---

38 سورۃ النحل، آیت: 125

استفادہ کا وسیع میدان میسر آئے گا۔ معلم تحقیق کو اپنے دائرہ کار کے اندر رہتے ہوئے یہ کام خود بھی کرنا چاہیے اور اپنے زیر نگرانی طلبہ وطالبات کو بھی تفویض کرنا چاہیے۔انبیاء کرام میں سے حضرت یوسف کی زرعی منصوبہ بندی، جناب سلیمان کی عسکری منصوبہ بندی اور حضور ﷺ کی پوری زندگی کے بارے میں انسانی وسائل کے اندر رہتے ہوئے بہترین منصوبہ سازی کرنا اس ضمن میں معلم تحقیق کے لیے رہنما خطوط مہیا کرتا ہے۔

نتائج وسفارشات:

مقالہ ہذا کے نتائج وسفارشات درج ذیل ہیں:

نتائج:

ہر شعبہ تحقیق میں متعلقہ علوم کا حصول ایک اسلامی فریض ہے۔ خصوصاً ایک مخلص، ذہین، باصلاحیت معلم کے فرض منصبی کا تقاضا ہے کہ وہ اپنے شعبہ تعلیم میں معیاری، عصری اور سماجی تحقیق کو فروغ دے۔اس ضمن میں وسائل کی تنگی کو سدراہ نہ جانے۔ کیونکہ تحقیق اور تنقید لازم وملزوم ہیں۔اس لیے اچھے محقق کے لیے اچھا نقاد ہونا بھی ضروری ہے۔لیکن تنقید کی بنیاد دلیل پر ہو، توہین پر نہیں۔ عموماً علمی اور تحقیقی زبان میں لب ولہجے اور اسلوب کا فرق ہوتا ہے۔ تحقیقی عمل سے پہلے تحقیقی تقاضے پورے کیے جائیں۔صلاحیت کار حاصل کی جائے۔لب ولہجہ کا لحاظ رکھا جائے۔ذاتی پسند اور ناپسند کو بالائے طاق رکھا جائے۔الہام اور عقل وفطرت پر جو چیز پوری اترے، اسے قبول کیا جائے۔ جو اس معیار کے مطابق نہ ہو، اس پر دوبارہ غور وخوض کیا جائے اور اس پورے عمل میں تسلسل اور معیار کو پیش نظر رکھا جائے۔ طلبہ میں تحقیقی اور تنقیدی مزاج محکم دلائل کے ساتھ پیدا کیے جائیں۔ کسی موضوع کو یا مسئلہ تحقیق کو انا کا مسئلہ نہ بنایا جائے۔ تحقیق مفید اور زندہ موضوعات پر ہو اور اسے زیادہ سے زیادہ عمرانی واسلامی علوم سے مربوط بنایا جائے۔اور تحقیقی عمل کے فروغ کے لیے تحقیقی منصوبہ سازی جتنی بہتر ہوگی، نتائج اتنے ہی بہتر ہوں گے۔ اپنی تحقیقات پر مسلسل نظر ثانی جاری رکھی جائے۔ کیونکہ ہر تحقیق پر دوبارہ تحقیق کرنے کی ضرورت ہمیشہ باقی رہتی ہے۔وفوق كل ذي علم عليم۔

سفارشات:

جس طرح ہر کام کا دار و مدار نیت پر ہے، اسی طرح معیاری، سچی، کھری تحقیق بھی نیک نیتی اور خلوص دل سے ہی جنم لیتی ہے۔ قانون خداوندی ہے أصلها ثابت وفرعها في السماء . تؤتي أكلها كل حين بإذن ربها [39] "پاکیزہ درخت کی جڑیں زمین میں مضبوط اور آسمان میں پھیلی ہوئی ہیں اور وہ ہر وقت اپنے پروردگار کے حکم سے پھل لاتا اور میوے دیتا ہے۔"

؎ آتی ہے دم صبح صدا عرش بریں سے	کھویا گیا کس طرح ترا جوہر ادراک!
کس طرح ہوا کند ترا نشتر تحقیق	ہوتے نہیں کیوں تجھ سے ستاروں کے جگر چاک!
تو ظاہر و باطن کی خلافت کا سزاوار	کیا شعلہ بھی ہوتا ہے غلام خس و خاشاک
مہر و مہ و انجم نہیں محکوم ترے کیوں	کیوں تیری نگاہوں سے لرزتے نہیں افلاک
اب تک ہے رواں گرچہ لہو تیری رگوں میں	نے گرمی افکار، نہ اندیشہ بے باک
روشن تو وہ ہوتی ہے جہاں بیں نہیں ہوتی	جس آنکھ کے پردوں میں نہیں ہے نگہ پاک
باقی نہ رہی تیری وہ آئینہ ضمیری	اے کشتۂ سلطانی و ملائی و پیری!

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)

39 سورۃ إبراهيم، آیت: 24–25